پس ساختیات

(ایک تعارف)

ڈاکٹر احمد الطاف آہنگر (الطاف انجم)

مابعد جدید ''تنقیدی'' نظریات میں پسِ ساختیات کو اہم مقام حاصل ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ ''پس ساختیات'' کا ساختیات سے کوئی نہ کوئی تعلق ہے۔ اب یہاں پر یہ سوال ذہن میں اُبھر رہا ہے کہ تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ آیا یہ تعلق انحراف کا ہے یا انجذاب کا۔ غور سے دیکھا جائے تو پس ساختیات نے ساختیات سے انحراف بھی کیا اور انجذاب بھی۔ کیوں کہ اولالذکر اگر ایک نئی فکری بصیرت ہے جو ساختیات سے آگے کی چیز ہے لیکن یہ بھی مان کر چلنا پڑتا ہے کہ پس ساختیات کی بنیاد ساختیات ہی ہے۔ اس نئی فکر کو نمایاں کرنے میں دو اہم شخصیات کے اسمائے گرامی غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔ تقدم زمانی کے اعتبار سے اولیت کا سہرا رولاں بارتھ کے سر رکھا جا سکتا ہے لیکن جس نے اپنی جولانی طبیعت اور غیر معمولی ذہانت سے اس نظریئے کو یوروپ میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے فکری اور فلسفیانہ منظر نامے میں مرکزی مقام عطا کیا وہ ژاک دریدا (Jacques Darrida 1930-2004) ہیں۔ اگر ایک منصفانہ اور معروضی رویّہ اپنایا جائے تو اس حقیقت سے انکار کرنا مشکل ہوگا کہ گزشتہ صدی کی آخری چند دہائیوں میں جن دانشوروں نے مغرب کی فکری روایت کو ایک نئی سمت عطا کی ان میں ژاک دریدا کا نام اس کے افکار کے متنازعہ ہونے کے باوجود انتہائی اہم سمجھا جاتا رہے گا۔''[۳۰] پس ساختیات میں دریدا کی کارفرمائی پر مدلّل اور مفصّل بحث کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث موضوع کے تعلق سے رولا بارتھ کے خیالات کو مجملاً پیش کیا جائے۔ پس ساختیاتی فکر بنیادی طور پر معنی کی تکثیریت (pluralism of meaning) کی داعی ہے اس میں معنی کے اس روایتی تصور پر کاری ضرب لگادی گئی جو متن کا حاصل سمجھا جاتا تھا۔ ساختیات نے ''نشان'' کو معنی نما (signifier) اور تصور معنی (signified) کا مجموعہ قرار دیا ہے۔ سوسیئر نے یہ تو کہا ہے کہ زبان محض افتراقات پر قائم ہے لیکن signifier/signified کے تفریقی تصورات کو وہ کاغذ کے دو طرفوں کے مماثل قرار دیکر ان میں ارتباط (وحدت) پیدا کرتا ہے جسے وہ ''نشان'' کا نام دیتا ہے۔ اس طرح ساختیات میں سوسیؔر نے معنی کی وحدت کا تصور پیش کیا۔ پس ساختیات نے اس کے علی الرغم معنی کی تفریقیت کی طرح ڈالی۔ غرض پس ساختیات نے معنی کی تکثیریت کا تصور پیش کر کے قاری کو بھی تخلیقی

عمل میں شریک کرنے کی بات کی۔ رولاں بارتھ نے معنی کی تحدید کے خلاف صف آرا ہو کر اپنی تمام فکری مساعی اس راہ میں خرچ کر کے متن کی کثیر المعنویت پر اپنی تان توڑی۔ وہ signifier اور signified کو ایک دوسرے کا ساجھے دار متصور کر کے کہتا ہے کہ اس اتحاد کی بدولت تحریر سے لاتعداد معنی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ اس نے روایتی تصورِ معانی کو رد کر کے اس متعینہ معنی کی سنسر شپ کو ایک طرح کا جبر کہا ہے کیوں کہ اس سے متن مقید ہو جاتا ہے اور معنی کے دریا کو چھوٹے چھوٹے چونچلوں میں بند کر دیا جاتا ہے۔ اپنی فکری کائنات کو سجانے اور سنوارنے میں بارتھ نے معنی کی تکثیریت کو ہر زاویے سے استحکام عطا کیا۔ وہ ہر اس چیز کا منکر تھا جو مائل بہ مرکز (centrifugel) کا حامی تھا۔ رولاں بارتھ کی تصانیف Writing Degree Zero (1953)، S/Z (1970) اور The Pleasure of the Text (1973) میں اس کے مذکورہ انقلاب آفرین تصورات جگہ جگہ پر قاری کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کی پس ساختیاتی فکر کا سب سے اہم ترجمان اس کا مشہورِ زمانہ مضمون ''مصنف کی موت'' (The Death of the Author) ہے جو کچھ لوگوں کے نزدیک متنازعہ فیہ ہے۔

پس ساختیاتی فکر کو فلسفیانہ منظرنامے پر پیش کرنے میں رولاں بارتھ کو اولیت حاصل ہے۔ اس نے متن کی قرأت سے حاصل ہونے والے حظ کو انبساط اور نشاط انگیزی کے ایک اصول کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ وہ متن اور قاری کے رشتے کو اسی نشاط انگیزی کے اعتبار سے شہوانی (erotic) نوعیت متصور کرتا ہے اور جب قاری اخذِ معنی کے تفاعل میں متن میں کوئی ایسی گنجائش پاتا ہے جس سے ایک نئی معنوی کائنات کی تخلیق ہوتی ہے وہاں پر بارتھ کے مطابق متن کے لباس کے چاک ہونے سے بدن کا وہ حصہ جھانکنے لگتا ہے جو جاذبِ نظر اور جاذبِ توجہ ہوتا ہے۔ اس کی کتاب The Pleasure of the Text کا یہ جملہ نہایت مشہور ہوا ہے:

> "Is not the body's most erotic zone there where
> garment leaves the gaps?"

اس نے قرأت کے دوران حاصل ہونے والے تجربے کو دو اصطلاحوں enjoyment اور pleasure کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی ہے جن کا بالترتیب اُردو ترجمہ لذت اور نشاط ہے۔ بارتھ کہتا ہے کہ لطف و نشاط اور لذت کی اس کیفیت کا بیان ممکن ہی نہیں۔ نشاط کا بیان شاید ممکن ہو۔ لیکن 'لذت' کا صرف احساس کیا جا سکتا ہے اور بس۔ لگتا ہے وجود کی آخری حد تک

کسی شئے نے جھنجھوڑ کے رکھ دیا'' کچھ لے لیا، کچھ دے دیا، یعنی تاریخی، ثقافتی اور نفسیاتی بنیادیں ہل گئیں، ذائقے قدریں یا دیں بدل گئیں، یا زندگی کی روزمرہ یکسانیت میں ہلچل پیدا ہوگئی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ گویا زبان سے ہمارے سابقے میں کچھ تناتنی، کچھ بحران (crisis) پیدا ہوگیا، یا کوئی زلزلہ آ گیا''۔[۱۳] غرض بارتھ کی معنوی تکثیریت، نشاط انگیزی اور آزادہ روی نے پس ساختیاتی رویہّ کو بنیاد بنا کر پیش کر کے ادبی ڈسکورس میں اپنا مقام بنالیا۔ اس کے تازہ کارانہ اور مجتہدانہ فکری رویوں، کو پس ساختیات کا نام دیا جاتا ہے۔

پس ساختیاتی فکر ژاک دریدا کی فلسفیانہ موشگافیوں کی منت پذیر ہے۔ اس نے رولاں بارتھ (جس کا پہلے ہی ذکر ہو چکا ہے)، ژاک لاکاں، میشل فوکو اور جولیا کرسیٹو سے مختلف لیکن منفرد اور ممتاز افکار پیش کیے جو بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں متن، مصنف، قاری، معنی اور زبان کے تعلق سے انقلاب آفرین ثابت ہوئے۔ ژاک دریؔدا نے اپنے خیالات کو درج ذیل تین کتابوں میں پیش کیا ہے:

1. Of Grammatology
2. Writing and Difference
3. Speech and Phenomena

ان کتابوں کی وجہ سے دریؔدا کا نام پس ساختیات میں خاص طور پر لیا جاتا ہے۔ اس نے مغربی فکر پر ایسے اور اتنے سوالات قائم کیے کہ دوسرے لوگ بادِل ناخواستہ ہی سہی اُن پر بحث و مباحثہ کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اس نے قدیم فلسفے کے بعض بنیادی مفروضات کو بھی معرضِ سوال میں لایا ہے اور معاصر فکر کی کمزوریوں اور کجرویوں کو بھی بے نقاب کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق افلاطون کے دانشورانہ سلسلے کی دوسری کڑی دریؔدا کو متصور کیا جاتا ہے۔ وہ کسی بھی طرح کی موضوعیت اور ماورائی فلسفے کا سخت مخالف ہے۔

ژاک دریؔدا نے ادب کی تفہیم و تعبیر اور بالخصوص معنوی امکانات کو روشن کرنے کے لیے ایک غیر معمولی نظریہ پیش کیا جو deconstruction کہلاتا ہے۔ اُردو میں اس کے ترجمہ کا ایک وفور موجود ہے۔ مختلف ناقدین اس کا ترجمہ اپنے اپنے انداز اور نقطہ نظر سے کر رہے ہیں۔ لاتشکیل، ردتشکیل، لاتعمیر، ردتعمیر اور انہدامی تنقید جیسی تراکیب اس کے لیے وضع کی گئی ہیں۔ گوپی چند نارنگ نے ردتشکیل کی ترکیب کثرت سے اپنی تحریروں میں استعمال کی ہے جبکہ قاضی افضال حسین اس کو لاتشکیل قرار

دینے میں ہر طرح کی منطقی اور فلسفیانہ توجیہ پیش کرتے ہیں اور لاتشکیل کو رد کرنے والوں کے متعلق کہتے ہیں:

> ''لاتشکیل/ لاتعمیر میں ''لا'' کی موجودگی کو ناپسند کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''لا'' ایک سخت لفظ ہے اور اس میں ''لا الٰہ''۔۔۔جیسے انکار کی سختی ہے۔اس لئے ''لا'' کا استعمال مناسب نہیں۔تو پھر لاشعور اور لامکان کیلئے کیا حکم ہے؟ جس طرح لاشعور خود شعور کے بنیادی محرکات کا اساسی جزو ہے اور ''لامکان'' کا تصور مکان کے بنیادی تصورات سے نمو کرتا ہے،اسی طرح 'لاتشکیل' تشکیل کی اساس میں شامل ارتباط کی اس پرقوت مگر لاینحل (Aporiatic) جہت کے شعور سے عبارت ہے، جو اس تشکیل کو ہمہ وقت ہر جہت میں کھولتی اور متن کے یک جہت استقلال کو ناممکن بنادیتی ہے۔اس لئے deconstruction کے دوسرے اُردو تراجم کے مقابلے میں لاتشکیل کو ترجیح دینی چاہیے''۔[۳۲]

مذکورہ اقتباس میں قاضی افضال حسین نے لاتشکیل کے استعمال کے لیے دانشورانہ انداز میں جواز پیش کیا ہے لیکن وہ یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ ردتشکیل یا ردِتعمیر کس حیثیت سے نامناسب اور نامعقول تراکیب ہیں؟

فضیل جعفری نے بھی اس سمت میں گوپی چند نارنگ کی وضع کردہ اصطلاح ''ردِتشکیل'' کو غیر صحیح قرار دے کر لکھا ہے کہ Deconstruction کا صحیح ترجمہ ردِتشکیل نہیں ہے کیوں کہ یہ طریق کار کسی تشکیل، یعنی متن کو رد نہیں کرتا بلکہ اسے صرف dismantle کرتا ہے۔دوسرے لفظوں میں یہ کہ deconstruction کا مقصد معنی کی تمام تہوں کو بالکل اسی طرح کھولنا ہے جس طرح کوئی ماہر انجینئر کسی مشین کے تمام کل پرزے کھول کر رکھ دیتا ہے اور پھر نئے سرے سے ان کی ترتیب و تنظیم کا کام انجام دیتا ہے۔۔۔۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ deconstruction کا مقصد معنی کو پارہ پارہ کرنا نہیں بلکہ اس کی تہہ تک پہنچنا ہے''۔فضیل جعفری نے deconstruction کی اصطلاح کی جو تعریف کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گوپی چند نارنگ کی پیش کردہ ترکیب کو غیر صحیح ر نیم صحیح یا غلط قرار دینے کی شعوری کوشش کر رہے ہیں کیوں کہ وہ گوپی چند نارنگ کی ترجمہ شدہ ترکیب ''ردِتشکیل'' کا کوئی بھی بدل فراہم نہیں کرسکے بلکہ لطف کی بات یہ ہے کہ انہوں نے گوپی چند نارنگ کے خلاف بحث میں اِنہی کی اصطلاح کا استعمال کیا۔اس طرح فضیل جعفری کے اس غیر علمی اور غیر ادبی رویّے کو اعتراض برائے اعتراض پر ہی محمول کیا جاسکتا ہے۔

لفظ deconstruction کی تعریف وتوضیح مختلف اور متنوع انداز سے کی گئی ہے اور اکثر و بیشتر اس کی تشریح کرتے وقت ادبی نظریات کے شارحین، ادب کے تاجروں اور یونیورسٹی کے اساتذہ نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق مختلف اور کبھی کبھار متضاد معنی اور مفاہیم پیش کیے ہیں جن سے خود یہ اصطلاح انتشار و اضطراب کا شکار ہوگئی۔ اب دریدا ہر بار deconstruction سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے لگا لیکن کامیابی ہاتھ نہیں آتی تھی۔ تو پھر وہ اس طرح سمجھانے لگا کہ deconstruction کیا نہیں ہے؟ دریدا کے مطابق deconstruction نظریہ ہے نہ تصور، فلسفہ ہے نہ طرز یا طریقہ۔ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ deconstruction کیا ہے؟ کامیاب ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ دریدا کے ہی الفاظ میں:

> "If deconstruction is anything, it is an ascent. It takes place, as the French reflective verb suggests, everywhere, in every structure, theme, concept, conceptual organization, ahead of any consciousness".[33]

دریدا نے deconstruction کے نظریہ کی تشکیل وتعمیر کی بنیادی اساس ساختیات یا سوسئیر کے ہی تصورات سے اخذ کی ہے۔ سوسئیر نے لفظ کو نشان قرار دیتے ہوئے اُسے دال (signifier) اور مدلول (signified) میں منقسم کیا ہے اور دونوں کا رشتہ بلا جواز (arbitrary) ہے۔ اس کے مطابق گفتار یعنی پارول کے بطن میں ایک باقاعدہ نظام سے موجود ہے جسے لانگ کہتے ہیں۔ لانگ ایک تجریدی نظام ہے جس کے توسط سے لاکھوں اور کروڑوں جملے معرضِ وجود میں آتے ہیں اور جو معنی کی ترسیل کرتے ہیں۔ ساختیاتی تنقید نے اسی اصول کو ادب کے مطالعے پر لاگو کر کے یہ موقف اختیار کیا کہ فن پارے کے عقب میں بھی ایک سسٹم یا نظام مضمر ہے جس کی عمل آرائی سے فن پارے میں ایک سے زائد معانی پیدا ہوتے ہیں۔ اس نظام یا سسٹم کو ساختیات میں شعریات (poetics) کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ نظام ثقافتی کوڈز اور کنونشنز سے عبارت ہے۔ غرض اس میں یہ امر توجہ طلب ہے کہ شعریات کی دریافت سے معنیاتی نظام کا علم ممکن ہے۔ یہاں پر یہ بات وضاحت طلب ہے کہ سوسئیر نے نشان کا دوسرے نشان سے رشتے کو فرق کی بنیاد پر قائم کیا ہے جو ایک منفی عنصر کا متحمل ہے لیکن جب نشانات کے عمل آرا ہونے سے پارول یا گفتار کی تخلیق ہوتی ہے جو پھر معنی کی تخلیق وترسیل کرتے ہیں تو یہ ایک مثبت عمل بن جاتا ہے۔

دریدؔا نے زبان کے اسی مثبت عنصر کی موجودگی سے انکار کر کے اصرار کیا کہ زبان میں افتراق کے سوا کچھ موجود نہیں ہے۔اس کا کہنا ہے کہ signifier اور signified اپنے اپنے افتراق کی وجہ سے روبہ عمل لائے جاتے ہیں اور ان میں وحدت پیدا کرنا ناممکن ہے۔دریدؔا کا اصرار اس بات پر ہے کہ زبان تفریقی رشتوں سے عبارت ہے جس میں کوئی اثباتی عنصر موجود نہیں ہے۔دریدا کے نظامِ فکر میں افتراق (differance) کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔یہ اصطلاح فرانسیسی زبان کا لفظ ہے جو انگریزی کے الفاظ Difference (فرق) اور Deferment (التوا) کے درمیان کا لفظ ہے اور یہ بیک وقت دونوں الفاظ کے مفاہیم پر حاوی ہے۔ژاک دریدا کے نزدیک تصورِ افتراقیت لاتشکیلی مطالعہ میں ناگزیز اہمیت کا حامل ہے جو زبان کے عناصر میں افتراق اور معنی خیزی کے عمل کو جنم دیتا ہے۔ difference کی اصطلاح کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

> "It (difference) is intentionally ambiguous (and virtually untranslatable) and derived from the French differ, meaning, to defer, postpone, delay, and also to differ, be different from."[34]

ژاک دریدا نے زبان کے افتراقی پہلو کو لاتشکیل کی اساس قرار دیتے ہوئے اسے معنی کے التوا میں معاون گردانا۔اس کے مطابق Signifier اور Signified اپنے اپنے افتراقات ہی سے کارگر ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے اور مسلسل اور متواتر اپنی جگہ سے کھسکتے رہتے ہیں۔مثلاً کسی ایک Signifier کے Signified کے تعین کے لیے جن عناصر کی ضرورت ہوتی ہے اُن کے لیے دوسروں کی ضرورت ہے اور پھر ان دوسروں کے لیے دوسروں کی، اور یہ لامتناہی سلسلہ جاری وساری رہتا ہے اور معنی مسلسل گردش میں رہتا ہے اور اس کو کسی ''مرکز'' کے تحت نہیں لایا جاسکتا۔غرض دریدؔا کی فکر کا مرکز ومحور یہی معنوی افتراق کا کھیل ہے۔اس کے مطابق مابعدالطبیعات تصورات اور علم وفکر کے تمام ضابطے اور قاعدے صدیوں سے معنی کے افتراق کو دباتے اور پسِ پشت ڈالتے آئے ہیں۔اس لیے اس کی فکر کی تان تصورِ افتراق پر ہی ٹوٹتی ہے جیسا کہ گذشتہ سطور میں مرقوم ہوا ہے کہ دریدؔا کے یہاں زبان افتراق کی اہم مثال ہے اور معنوی امکانات کے روشن کرنے یا ہونے میں تفریقیت بے مثال کردار ادا کر رہی ہے۔

دریدا نے معنی کی موجودگی سے انکار کرتے ہوئے مغربی فلسفہ میں موجودگی کی مابعدالطبیعات (Metaphysics of Presence) کے جملہ تصورات کو استرداد فراہم کیا کیوں کہ وہ صوت مرکزیت (Phonocentrism) اور لفظ مرکزیت (Logocentrism) تھے۔ یہاں پر دریدا کی یہ نکتہ رسی قابل داد ہے کہ معنی کے لیے موجودگی ضروری نہیں بلکہ معنی جتنا موجودگی کے عنصر سے قائم ہوتا ہے اتنا ہی غیر موجود یا ناموجود عنصر سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ یعنی معنی جتنا تفریقی رشتے کے حاضر عنصر سے قائم ہوتا ہے، اتنا ہی اس رشتے کے غائب عنصر سے ظہور میں آتا ہے۔ اس عمل کو ژاک دریدا معنی کا 'التوا' (Defferment) قرار دیتا ہے۔ وزیر آغا نے دریدا کے 'التوا' کے تصور کو اس طرح بیان کیا ہے:

> ''اس (دریدا) نے فرق کے علاوہ معنی کے التوا کا بھی ذکر کیا۔ ساخت شکنی کا یہ عمل گہراؤ کے اندر اترنے (بلکہ گرنے) اور مسلسل گرتے چلے جانے کا عمل ہے۔ ساخت شکنی دراصل ہیئت کو ایک گورکھ دھندہ یعنی (Abyrinth) متصور کرتی ہے جس میں پھنسا ہوا شخص محسوس کرتا ہے کہ وہ گہراؤ کے اندر ہی اندر گر رہا ہے۔ یہ گہراؤ اصلاً معنوی سطحوں کا نیچے ہی نیچے اترتا ہوا ایک زینہ ہے۔ ہر معنوی سطح گہراؤ کے اندر معنی کی ایک اور سطح یا اتھاہ کو وجود میں لاتی ہے مگر ساخت شکنی کا عمل اس سطح کے اندر ایک Fault یا Rapture یا شگاف دریافت کر کے اسے Deconstruct کرتا ہے اور معنی لڑھک کر اس سے نچلی سطح پر چلا جاتا ہے۔ مگر ساخت شکنی کا عمل یہاں رک نہیں جاتا، وہ نچلی سطح پر پہنچ کر اسے بھی Deconstruct کر دیتا ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔ نہ تو معنی ہی کو آخری سطح نصیب ہوتی ہے اور نہ ساخت شکنی کا عمل ہی رکتا ہے۔''[۳۵]

وزیر آغا کے اس اقتباس سے ''التوا'' کا ایک اچھا اور عمدہ تصور ذہن میں ابھرتا ہے۔ 'التوا' کے اس عمل سے مابعد جدید تصور تکثیریت واضح ہو جاتا ہے۔ درج ذیل اقتباس سے اس کی اور وضاحت ہو جاتی ہے:

> "The meanings within a literary work are never fixed and reliable, but always shifting, multifaceted and ambiguous. In literature, as in all writing, there is

> never the possibility of establishing fixed and definite meanings: rather it is characteristic of language to generate indifinite webs of meaning, so that all texts are necessary self-contradictory, as the process of deconstruction will reveal. There is no final court of appeal in these matters, since literary texts, once they exist, are viewed by the theorist as independent lingustic structure where authors are always 'dead' or 'absent'.[36]

معنی کی تکثیریت کا یہ عنصر مابعد جدید تنقیدی تصورات کو پیش رو تنقیدی دبستانوں سے منفرد اور معتبر مقام کا حامل بنا دیتا ہے۔ موجودگی کے ساتھ ساتھ دریؔدا نے ناموجودگی سے بھی معنی کے مواخذہ کی بات کی ہے یعنی معنی جتنا حاضر سے پیدا ہوتا ہے اتنا ہی غائب سے بھی قائم ہوتا ہے۔ معنی کے غائب سے پیدا ہونے کے تصور کو دریؔدا اصطلاحاً Trace کہتا ہے۔ التوا اور غائب کے درمیان ایک جدلیاتی رشتہ ہے۔ دریؔدا نے Trace کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

> "Whether in written and spoken discourse, no element can function as a sign without relating to another element which itself is not simply present. This linkage means that each element-- pheneme or grapheme-- is constituted with reference to trace in it of the other elements of the sequence or the system, is anywhere ever simply present or absent."[37]

یہاں پر ایک بات تو بہرحال طے ہو جاتی ہے کہ معنی مرکز آشنا نہیں ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی مذکور ہوا ہے کہ دریؔدا نے مغربی

فکر کے مابعد الطبیعاتی تصورات کو لفظ مرکزیت (Logocentrism) اور صوت مرکزیت (Phonocentrism) قرار دیا اور مغربی مابعد الطبیعات کے ان جملہ تصورات کو لفظ مرکزیت (Logocentrism) قرار دے کر رد کیا ہے۔اس کے مطابق وہ لفظ کے معنی کی ''موجودگی'' پر قائم ہیں اور موجودگی کا تصور اس لیے قائم ہے کہ دراصل وہ صوت مرکزیت (Phonocentrism) کے شکار ہیں۔اصل میں مابعد الطبیعات کے تصورات میں معنی کی موجودگی کو اہمیت دی گئی ہے اور چونکہ لفظ مرکزیت اور صوت مرکزیت کے تصورات کو وہ ہدفِ تنقید بناتا ہے اس لیے کہ ان سے تکلم (تقریر) کو تحریر پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔دریدا تقریر کے مقابلے میں تحریر کو اہمیت دیتے ہیں کہ لفظ کی ''موجودگی'' متکلم کے ذہن میں پہلے سے موجود ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۳۰۔ دریدا اور ردِ تشکیل،سید خالد قادری،مشمولہ،شعر وحکمت،(کتاب نو،دورِ سوم)،حیدرآباد،مارچ،۲۰۰۸ء،ص۷۵۳۔

۳۱۔ گوپی چند نارنگ،ساختیات،پس ساختیات اور مشرقی شعریات،قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان،نئی دہلی،سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء،ص۔۱۶۵

۳۲۔ قاضی افضال حسین،موقف،مشمولہ،شش ماہی تنقید،شعبہ اُردو،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،جلد۱،شمارہ۲،۲۰۰۶ء،ص۸۔

۳۳۔ بحوالہ شش ماہی تنقید،زیرِ اہتمام شعبہ اردو،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ(اتر پردیش)،ص۔۸

34. Dictionary of Literary Terms and Literary Theories by J.A. Cuddon, Penguin India, 1998,P.225.

۳۵۔ مابعد جدیدیت،احیاء اور ارتقاء،وزیر آغا،مشمولہ اثبات ونفی،کلکتہ(بھارت)،جولائی تا دسمبر،۱۹۹۸ء،ص...۲۷

36. Peter Barry, Beginning Theory, Manchester University Press, New York, 1999, p.35.

37. Dictionary of Literary Terms and Literary Theories by J.A. Cuddon, p.924.

رابطہ: ڈاکٹر محمد الطاف آہنگر

اسسٹنٹ پروفیسر اُردو

نظامت فاصلاتی تعلیم، کشمیر یونیورسٹی

موبائل:9419763548

ای میل:altafurdu@gmail.com

واٹس اپ:7006425827